القاب صحابہ کی معنویت

ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس

انسانی معاشرہ کی تعمیر و تشکیل میں ہر فرد اپنی صلاحیت کے لحاظ سے بلاشبہ کردار ادا کرتا ہے۔ بعض افراد کسی خاص شعبہ میں ایسی بے مثال خدمات سرانجام دیتے ہیں کہ وہی خدمت ان کی پہچان بن جاتی ہے۔ لقب درحقیقت ان خدمات کا لفظی اعتراف ہوتا ہے۔ لقب اس انسان کے حقیقی نام کے علاوہ اس کی پہچان ہوتا ہے۔ ابن الجوزی کے بقول **الالقاب جمع لقب، وھو اسم یدعی بہ الانسان سوی الاسم الذی سمی بہ۔** (زاد المسیر، دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۰۲، جلد:۲، ص:۲۰۸)

لقب کسی آدمی کی قدر و منزلت اور شخصی اوصاف کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ فیروز آبادی کا نقل کردہ یہ شعر بات کو مزید واضح کرتا ہے:

وقلّما أبْصَرَتْ عیناکَ ذالقبٍ
اِلَّا و معناہ أن فتّشتَ فی لَقَبِہٖ

تم نے کسی صاحب لقب کو نہیں دیکھا ہوگا مگر ذرا تلاش کرنے پر اس کے اوصاف اس کے لقب میں مل سکتے ہیں۔

قرآن کریم نے **وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ** (الحجرات:۱۱) کے ذریعہ کسی کو برے القاب سے یاد کرنے سے منع فرمایا۔ اس سے یہ نتیجہ واضح ہے کہ اچھا لقب ضرور رکھا جا سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ کبار صحابہ میں سے جس میں جو وصف اور کمال دوسرے سے زائد ہوتا اس کو اسی لقب سے ملقب فرماتے۔ امین الامت ابوعبیدۃ بن الجراح کا تذکرہ کرتے ہوئے علامہ عینی نے اسی بات کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

والنبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم خص کل واحد من کبار الصحابۃ بفضیلۃ واحدۃ وصَفَۃُ بھا فاشعر بقدر زائد فیھا علی غیرہ۔ (مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ، جلد ۸، ص:۲۳۸، فتح الباری جلد ۷، ص:۹۳ پر بھی یہ الفاظ موجود ہیں)

مفسرین نے ان القاب کی درج ذیل مثالیں بھی بیان کی ہیں:

امام قرطبی لکھتے ہیں:

الا تری ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم لقب عمر بالفاروق، وأبابکر بالصدیق وعثمان بذی النورین وخزیمۃ بذی الشھادتین وأباھریرۃ بذی الشمالین وبذی الیدین فی اشباہ ذلک۔

ایک روایت نقل کرنے کے بعد امام موصوف لکھتے ہیں:

وحمزة باسد اللّٰہ و خالداً بسیف الله.

(الجامع لاحکام القرآن جلد ۸، ص: ۳۳۰/ زمخشری، الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل دار الکتب العربی، بیروت، جلد ۴، ص: ۳۷۰)

علامہ آلوسی کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ کا لقب کرم اللہ وجہہٗ بھی ہے۔

(روح المعانی، دار الکتب العلمیۃ بیروت، ۱۹۹۴، جلد ۱۳، ص: ۳۰۶)

امام قرطبی نے اس حقیقت کو بھی بیان فرمایا کہ آپ جس صحابی کے لیے کسی وصف کو بیان فرمادیتے وہ اس کے لیے عظیم ترین اعزاز ہوجاتا۔

وقد وصف رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم عددا من اصحابه بأوصاف صارت لهم من أجل الالقاب. (الجامع لاحکام القرآن، دار احیاء التراث العربی بیروت، جلد ۸، ص: ۳۳۰)

یہ القاب مفرد اور مرکب دونوں قسم کے ہیں جیسے صدیق، **سید اور امین هذه الامه** وغیرہ؛ گروہ سے بھی تعلق رکھتے ہیں اور فرد سے بھی جیسے مہاجرین وانصار اور حواری رسول وغیرہ، صحابہ کرام کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعض صحابیات کو بھی ان کے مقام و مرتبہ، خدمت خلق اور ذاتی شرف کے پیش نظر القاب عطا فرمائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد علمائے امت نے بھی بعض صحابہ کرام کو ان کے اوصاف حسنہ اور خدمات جلیلہ کے عوض اچھے القاب سے یاد کیا ہے، جیسے ساقی الحرمین اور ذوالنورین وغیرہ۔ ذیل میں صحابہ وصحابیات کے چند القاب مع پس منظر و وجہ تسمیہ ولقب کے درج کیے جاتے ہیں:

(الف) ایسے القابات جو کسی گروہ / جماعت صحابہ کے ہیں:

صحابی:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے براہِ راست فیض یاب ہونے والی جماعت کا معروف ترین لقب ''صحابی'' ہے۔ رضوان الٰہی کا مژدہ جانفزا اسی گروہ کو سنایا گیا۔ تورات اور انجیل میں اسی برگزیدہ گروہ کے اوصاف وکمال کا ذکر کیا گیا۔ (سورۃ الفتح: ۲۹)

صحابی کا لقب خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عطا کردہ ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبرستان تشریف لے گئے اور فرمایا: السلام علیکم اے مومنو! ہم بھی ان شاء اللہ تمھارے پاس آنے والے ہیں۔ میری خواہش ہے کہ ہم اپنے دینی بھائیوں کو دیکھیں صحابہ نے عرض کی **او لسنا اخوانک یا رسول الله** کہ کیا ہم آپ کے دینی بھائی نہیں ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **انتم اصحابی و اخواننا الذین لم یاتوا بعد** تم میرے صحابہ ہو اور ہمارے دینی بھائی وہ لوگ ہیں جو ابھی پیدا نہیں ہوئے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو امت کے لیے امان قرار دیا۔ (صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابہ، باب

بیان ان بقاء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امان لاصحابہ وبقاء......)

آپ نے ان لوگوں کے بارہ میں خیر امتی فرمایا۔(نفس مصدر)

ان ہی فضائل وکمالات کی بنا پر صحابہ کا خرچ کیا ہوا ایک کلوگرام دوسروں کے احد پہاڑ کے سونے سے بھی بہتر ہے۔اسی علوِ شان کی وجہ سے سبّ وشتم صحابہ کو جرم قرار دیا۔(نفس مصدر)

فضائل ومناقب صحابہ کے اس تذکرہ کے بعد صحابی کی تعریف سمجھنا بھی ضروری ہے۔ابن حجر کے نزدیک اس کی صحیح ترین تعریف یہ ہے کہ جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حالت ایمان میں زیارت کی اور اسی حالت پر اسے موت آئی۔

ان الصحابی من لقی النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مومنا بہ و مات علی الاسلام.(الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ،دارصادر بیروت ۱۳۲۸ھ جلد اول ص:۷)

صحابی کی معرفت کے ذرائع درج ذیل ہیں:(ان تفصیلات کے لیے ملاحظہ فرمائیے: تدریب الراوی،المکتبۃ العلمیۃ،مدینہ منورہ،۱۳۹۲،جلد۲،ص:۲۱۳۔۲۱۴)

(۱) تواتر:حضرت ابوبکر،حضرت عمر رضی اللہ عنہما اور عشرہ مبشرہ کے بارے میں تواتر سے معلوم ہے کہ وہ صحابی ہیں۔

(۲) استفاضہ:وہ صحابہ جن کی شہرت تواتر سے کم درجہ کی ہو جیسے ضمام بن ثعلبہ اور عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہما۔

(۳) صحابی کا قول:کوئی صحابی یہ گواہی دے کہ فلاں شخص صحابی ہے۔حضرت حممۃ بن ابوحممۃ الدوسی اصفہان رضی اللہ عنہما میں پیٹ کی بیماری سے فوت ہوئے۔آپ کے بارے میں حضرت ابوموسیٰ اشعری نے شہادت دی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ یہ شہید ہوں گے۔

(۴) تابعی کی خبر:کوئی تابعی بتائے کہ فلاں شخص صحابی ہے۔

(۵) کوئی شخص بشرط ثبوت ودلائل صحابی ہونے کا دعویٰ کرے مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے سو سال بعد کسی کا دعوائے صحابیت قبول نہ ہوگا۔

علماء نے صحابہ کے بارہ طبقات کی تقسیم اس طرح کی ہے:

(۱) وہ اصحاب جنھوں نے مکہ میں اسلام قبول کرنے میں پہل کی جیسے خلفائے اربعہ۔

(۲) وہ اصحاب جنھوں نے دارالندوہ میں کفار کے اجلاس سے پہلے اسلام قبول کیا۔

(۳) حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والے۔

(۴) اصحاب بیعت عقبہ اولی۔

(۵) اصحاب بیت عقبہ ثانیہ۔

(۶) اولین مہاجرین جو قباء میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مدینہ منورہ میں داخلہ سے پہلے ملے۔

(۷)　اہل بدر

(۸)　غزوہ بدر اور صلح حدیبیہ کے درمیان ہجرت کرنے والے۔

(۹)　بیعت رضوان کے شرکاء

(۱۰)　صلح حدیبیہ کے بعد اور فتح مکہ سے پہلے ہجرت کرنے والے۔

(۱۱)　فتح مکہ میں اسلام قبول کرنے والے۔

(۱۲)　وہ بچے جنھوں نے حجۃ الوداع کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی۔(مقدمہ الاستیعاب جلد اول، ص:۹۳)

مہاجرین:

یہ صحابہ کرام کے اس گروہ کا لقب ہے جنھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے اپنا وطن اور قبیلہ چھوڑ مدینہ کی جانب ہجرت کی، اور مدینہ میں جنھوں نے ان کی مدد کی انھیں انصار کا لقب دیا گیا۔ جس کی تفصیل آئندہ سطروں میں آرہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مہاجرین وانصار میں سے سابقین اولین اور ان کے پیروکاروں کے لیے اپنی رضا، جنت اور فوز عظیم کی خوشخبری سنائی۔

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ. (توبہ:۱۰۰)

مہاجرین اور انصار میں سے سبقت کرنے والے اور جنھوں نے اچھائی کے ساتھ ان کی پیروی کی اللہ ان سے راضی ہوئے اور اللہ نے ان کے لیے جنتیں تیار کیں جن کے نیچے دریا جاری ہیں وہ ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں گے یہ عظیم کامیابی ہے۔

علامہ غلام رسول سعیدی نے لکھا ہے کہ مہاجرین اولین کا مرتبہ انصار مدینہ سے کئی وجہ سے افضل ہے۔

(۱)　مہاجرین سابقین انصار اور باقی مسلمانوں سے اس لیے افضل ہیں کہ وہ سب سے پہلے ایمان لائے اور ان کا ایمان لانا ہی تمام فضیلتوں کا مبدأ اور منبع ہے۔

(۲)　مہاجرین اولین مسلسل تیرہ سال کفار قریش کی زیادتیوں اور ظلم وستم کا شکار ہوتے رہے اور تمام سختیوں پر صبر کرتے رہے۔

(۳)　انھوں نے اسلام اور رسول اللہ کی خاطر اپنا وطن، عزیز واقارب، گھر بار، تجارت اور باغات غرض سب کچھ چھوڑا اور اسلام ہی کی خاطر تمام طرح کے مصائب برداشت کیے۔

(۴)　رسول اللہ کے پیغام اور شریعت کو قبول کرنے کا دروازہ مہاجرین اولین نے کھولا۔ انصار نے ان کی اقتدا کی اور ان کی مشابہت اختیار کی اور مقتدیٰ مقتدی سے افضل ہوتا ہے۔

(تبیان القرآن، فرید بک اسٹال لاہور، ۲۰۰۰ء جلد ۴، ص: ۷۰۸۔۷۰۹)

اس سلسلہ میں علامہ طیبی کی عبارت درج ذیل ہیں:

ولکن لا یبلغون رتبۃ المھاجرین السابقین الذین اخرجوا من دیارھم، و قطعوا عن احبابھم و اقاربھم وحرموا اوطانھم و اموالھم وھم رضوان اللہ علیھم ما بالوا بذلک بآلۃ لاجل رضی اللہ ورضی رسولہ، واعلاءً لدین اللہ وسنۃ رسولہ.(الکاشف عن حقائق السنن، جلد۱۱،ص:۳۳۲)

انصار:

صحابہ میں وہ خوش بخت انفاس جنھوں نے مدینہ منورہ میں خاتم المرسلین اور مہاجرین کی مہمان نوازی کا شرف حاصل کیا انھیں انصار کا لقب عطا ہوا۔

قرآن کریم نے درج ذیل الفاظ میں ان کی نصرت واعانت کا تذکرہ کیا اور ساتھ ہی یہ بھی واضح کردیا کہ ایسے مدد گاروں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے خصوصی رزق ملتا ہے:

وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّ نَصَرُوْا اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّ رِزْقٌ کَرِیْمٌ.(الانفال:۷۴)

ترجمہ: اور جن لوگوں نے (مہاجرین کو) جگہ دی اور ان کی نصرت کی یہی لوگ حقیقت میں مومن ہیں ان کے لیے بخشش اور عزت والی روزی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انصار نام خود اللہ تعالیٰ نے رکھا ہے۔(صحیح بخاری، کتاب المناقب۔)

انصار کے فضائل ومناقب آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود بیان فرمایئے۔انصار سے اظہار محبت ان الفاظ میں فرمایا:

انتم من أحب الناس الیّ. (صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ باب فضائل الانصار)

ترجمہ: مجھے لوگوں میں سب سے زیادہ تم محبوب ہو۔

لطف وکرم اور محبت کا یہ انداز بھی ملاحظہ ہو''اگر انصار کسی میدان یا گھاٹی میں چلیں تو میں بھی ان کے ساتھ میدان اور گھاٹی میں چلوں۔'' و لولا الھجرۃ لکنت امراً من الانصار (صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب مناقب الانصار)

ترجمہ: ''اور اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں بھی انصار کا فرد ہوتا۔''

علامہ طیبی کے بقول یہ انصار کی عزت افزائی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو ان کے اکرام واحترام کی رغبت دلائی ہے۔(الکاشف عن حقائق السنن، کراچی،۱۴۱۳ھ، جلد۱۱،ص:۳۳۲) ان کے لیے دعائے مغفرت کی تو سحاب جودوکرم ہی برسا دیا:

اللھم اغفر للأنصار ولأبناء الأنصار وأبنآء أبنآء الأنصار. (نفس مصدر)

ترجمہ: اے اللہ! انصار، ان کے بیٹوں اور ان کے پوتوں کی مغفرت فرما۔

ایک روایت میں ولموالی الانصار یعنی انصار کے غلاموں کی بھی مغفرت فرما۔(نفس مصدر)

آپ نے انصار کو اپنا معتمد خاص قرار دیا اوران کے جذبہ ایثار وقربانی کی قدر کرتے ہوئے امت کو یہ نصیحت کی:

''مسلمان بڑھتے رہیں گے اور انصار کم ہوتے رہیں گے۔تم ان کی نیکیوں کو قبول کرنا اوران کی لغزشوں سے درگزر کرنا۔'' (نفس مصدر)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ''انصار کے تمام گھرانوں میں خیر ہے۔'' **وفی کل دور الانصار خیر**. (نفس مصدر)

مگر اس کے باوجود ان کی فضیلت کی ترتیب یہ ارشاد فرمائی ۔**خیر دور الانصار بنو النجار**. سب سے بہتر گھر بنونجار کا ہے پھر بنوعبد الاشھل ، پھر بنوالحارث بن خزرج اور بنوساعدہ۔

چونکہ ''انصار کی محبت ایمان اوران سے بغض نفاق کی علامت ہے۔'' (صحیح مسلم ، کتاب الایمان ، باب ان حب الانصار وعلی رضی اللہ عنہم من الایمان) اس لیے صحابہ انصار کا حد درجہ احترام کرتے اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ خادم رسول حضرت انس بن مالک اور حضرت جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہما اکٹھے سفر کررہے تھے اور جریر، حضرت انس کی خدمت کررہے تھے۔حضرت انس رضی اللہ عنہ نے انھیں یہ کہہ کر خدمت گزاری سے منع کیا کہ میں جب سے انصار کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتے ہوئے دیکھا ہے تو میں نے قسم کھائی کہ جب بھی کسی انصاری کے ساتھ جاؤں گا اس کی خدمت کروں گا۔ (صحیح مسلم ، کتاب فضائل الصحابہ)

عشرہ مبشرہ:

یہ وہ دس خوش نصیب صحابہ ہیں جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ہی مجلس میں جنت کی نوید سنائی۔

سعید بن زید سے روایت ہے:

کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم عاشر عشرۃ فقال: ابوبکر فی الجنۃ، وعمر فی الجنۃ، وعثمان فی الجنۃ، وعلی فی الجنۃ، وطلحۃ فی الجنۃ، والزبیر فی الجنۃ وعبد الرحمن فی الجنۃ فقیل لہ من التاسع قال انا. (سنن ابن ماجہ، داراحیاء الکتب العربیۃ ۱۹۵۲، جلد اول ص: ۴۸، رقم الحدیث ۱۳۳۰)

حضرت شیخ عبدالحق لکھتے ہیں:

''ابوبکر وعمر وعثمان وعلی وطلحہ وزبیر وسعد ابن وقاص وعبدالرحمٰن ابن عوف وابی عبیدۃ بن الجراح وسعید بن زید ایں دہ تن از صحابہ مشہورند بہ عشرۂ مبشرہ از جہت بشارت دادن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایشاں را بجنت۔''

(اشعۃ اللمعات، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر، جلد ۴، ص: ۶۷۱)

اہل البیت:

اہلِ بیت تین طرح کے ہیں

(۱)　اہل بیت ولادت: یعنی بنات طاہرات اوران کی آل

(۲) اہل بیت سکنیٰ: ازواج مطہرات

(۳) اہل بیت نسب: بنو ہاشم

اصحاب بدر:

حق وباطل کے پہلے معرکہ (۲ ہجری) میں جن ۳۱۳ (تعداد کے بارہ میں مختلف روایات کے لیے ملاحظہ فرمائیے: فتح الباری، دارنشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۹۸۱ء جلد ۷ ص: ۲۹۱۔۲۹۲) اصحاب رسول نے حق کی نمائندگی کرتے ہوئے اس دن کو یوم الفرقان بنایا، ان کی جاں نثاری کا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ صلہ دیا:

اعملوا ما شئتم وجبت لکم الجنة او فقد غُفِرَت لکم. (صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب فضل من شہد بدراً)

ترجمہ: اے اہل بدر! اب تم جو بھی کرو تمہارے لیے اللہ تعالیٰ نے جنت واجب کر دی ہے یا تمھیں معاف کر دیا ہے۔

حافظ ابن حجر ''اعملو'' کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: **للتشریف والتکریم والمراد عدم اخذة بما یصدر عنهم بعد ذلک.** (فتح الباری جلد ۷، ص: ۴۴۰ دیکھیے)

اس غایت درجہ تعظیم وتکریم کی بنا پر خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان ۳۱۳ نفوس قدسیہ کو اصحاب بدر کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اصحاب بدر کو افضل المسلمین بھی قرار دیا ہے۔ (نفس مصدر، ص: ۳۱۲)

اصحاب الشجرۃ:

اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے چودہ سو سے زائد (تعداد کے بارہ میں مختلف اقوال اور ان میں تطبیق کے لیے فتح الباری جلد ۷، ص: ۴۴۰ دیکھیے) جاں نثاروں نے حدیبیہ کے مقام پر ایک درخت کے نیچے بیعت کر کے عزم واستقامت کی داستان رقم کی۔ قرآن کریم نے اس گروہ کو اللہ کی رضا کی بشارت ان الفاظ میں دی۔

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ. (سورۃ الفتح: ۱۸)

ترجمہ: بے شک اللہ ایمان والوں سے راضی ہوا جب وہ درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے۔

ان نفوس مطہرہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اصحاب الشجرہ کے لقب سے یاد کیا اور **رضی اللّٰہ عن المؤمنین** کی وضاحت اس حدیث میں فرمائی: **لَا یَدْخُلُ النَّارَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ مِنْ اَصْحَابِ الشَّجَرَةِ.** ان شاء اللہ اصحاب شجرہ میں سے کوئی جہنم میں داخل نہیں ہوگا۔ (صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابہ، باب من فضائل اصحاب الشجرۃ......)

اہل الصفۃ / أضیاف الاسلام:

اہل صفہ سے مراد وہ صحابہ کرام ہیں جو فقر وفاقہ کی زندگی بسر کرتے تھے اور ان کے پاس رہنے کی کوئی جگہ نہ تھی یہ

سب لوگ مسجد نبوی کے پچھلے حصے میں شمال کی طرف ایک سایہ دار جگہ میں سکونت رکھتے۔ ان کی تعداد دس سے کم ہوتی اور بعض اوقات ۴۰۰ تک جا پہنچتی۔ (تفصیلات مع حوالہ جات کے لیے راقم کی کتاب ''سماجی بہبود تعلیمات نبوی کی روشنی میں'' ناشر مکتبہ جمال کرم لاہور ۲۰۰۵ء ص: ۳۲ ملاحظہ فرمائیں)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک طویل روایت کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو حکم دیا کہ اہل صفہ کو بلاؤ تا کہ دودھ کے ایک پیالہ سے وہ بھی سیراب ہوجائیں۔ اس روایت میں ان نفوس قدسیہ کے لیے اہل صفہ اور اَضیاف الاسلام دونوں القاب آئے ہیں۔

الحق اهل الصفة فادعهم فهم اضياف الاسلام.

(مستدرک حاکم، دار الکتب العلمیۃ ۱۴۱۱ھ، جلد ۳، ص: ۱۷، رقم الحدیث ۴۲۹۱)

(ب) وہ القاب جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منفرداً کسی صحابی کو عطا کیے:

صدیق:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا معروف ترین اور زبان زد عام لقب ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اس لقب کے حوالہ سے قاضی سلمان منصور پوری کی تحقیق ہدیہ قارئین ہے۔ اس میں ضمناً آپ کے دو دیگر القاب (ثانی اثنین اور خلیفۂ رسول) کا بھی تذکرہ ہے۔ فرماتے ہیں:

صدیق معرفت صدق کا عارف ہوتا ہے۔ اس کے احوال واقوال، عزم وارادہ مستقیم، احسن، قوی اور راسخ ہوتے ہیں۔ اس کا واحد مقصود ''رضائے حق'' ہوتا ہے یہ وہ کمال ہے جو کمال نبوت سے ملا ہوا ہے۔ یہ وہ سراج ہے جو چراغ نبوت سے روشن ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیْقِیْنَ. (النسآء ۶۹)

ترجمہ: خدا اور رسول کی اطاعت کرنے والوں کو اللہ کے انعام یافتہ بندوں یعنی انبیاء اور صدیقوں کی معیت دی جائے گی۔

شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں صدیقیت ومحدَّثیت پر بحث لطیف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ صدیق اصل فطرت میں ذات پاک نبی سے قریب تر ہوتا ہے وہ جو تعلیم نبی اللہ سے حاصل کرتا ہے اس کے دل میں ایسی راسخ ہوجاتی ہے گویا وہ علوم اسی کے دل سے نکلے تھے۔

صدیق پر انوار وحی نبوت کا انعکاس ہوتا ہے اور تعاقب ورود انوار سے۔ تاثیر وتاثر، فعل وانفعال کا ایسا تسلسل قائم ہوجاتا ہے کہ صدیق فنا وفدا کے منصب پر ممتاز ہوجاتا ہے۔ اور اس وقت یہ کیفیت ہوتی ہے کہ نبی کی روحانیت صدیق کی زبان پر تکلم کیا کرتی ہے۔

صدّیقیت کے انھی احوال پر اُن احادیث میں اشارہ ہے جو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں ہیں۔

ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مصاحبت اور زر ومال کی فدیہ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کا احسان ومنت محمدؐ پر سب سے بڑھ کر ہے۔ دوسری حدیث میں لو کنت اتّخذتُ خَلِیًلاًلاتّخذتُ ابا بکرٍ خلیلاً ولکنَّ اللّٰہ اتّخَذَنی خلیلاً. یعنی اگر میں مخلوق میں سے کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا۔ مگر مجھے تو اللہ نے اپنا خلیل بنالیا۔

صدیقِ امت بالاتفاق ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی ہیں۔ آپ کے سوا اور کوئی اس لقب سے ملقب نہیں ہوا۔ قرآن مجید میں ان ہی کو ثانی اثنین فرمایا گیا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے کلام میں کسی دوسرے کو ثانی رسول نہیں بتایا گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ہی سب سے پہلے حج اسلام کا سردار ''امیر الحج'' بنایا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی کو سب سے آخری غزوہ تبوک میں سب سے بڑی فوج کا سپہ سالار بنایا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی موجودگی میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امام بنایا اور صحابہ میں صرف وہی ہیں جو خلیفہ رسول اللہ کے خطاب سے مخاطب ہوئے۔ دیگر خلفائے راشدین ''امیر المؤمنین'' کے لقب سے مخاطب کیے جاتے تھے۔ ان سب واقعات کی وجہ یہی ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ''صدیق'' تھے اور صدیق ہی نبی اللہ سے قریب تر ہوتا ہے۔

(سلمان منصور پوری، قاضی محمد سلیمان، الجمال والکمال، مکتب الدعوۃ الاسلامیہ پاکستان ۱۹۶۲ء ص: ۱۵۰۔۱۵۱)

آپ کو یہ لقب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق میں سبقت پر ملا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ تو حلفاً فرماتے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نام ''صدیق'' اللہ تعالیٰ نے آسمانوں سے نازل کیا ہے۔ (فتح الباری جلد ۷، ص: ۹ (۹۳۶) العینی، ابو محمد محمود (۸۵۵ھ)، عمدۃ القاری، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ ۱۴۰۶، جلد ۱۶، ص: ۱۷۲) یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ نام معراج کی تصدیق پر عطا ہوا۔ (عمدۃ القاری، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ ۱۴۰۶، جلد ۱۶، ص: ۱۷۲)

عتیق:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حسن وجمال یا نیکی وخیرات میں سبقت کی بنا پر کہا جاتا ہے۔ (نفس مصدر)

امیر الشاکرین:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اس لقب کا ذکر علامہ عینی نے کیا ہے اور لکھا ہے کے عزیمت اور قربانیوں کی ایک داستان رقم کر کے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عملاً جس شکر وامتنان کا مظاہرہ کیا ہے۔ اس کی بنا پر آپ کی امیر الشاکرین آپ کو امیر الشاکرین کہا جاتا ہے۔ (نفس مصدر) محمد الصلابی نے ''الصاحب''، ''الاتقی''، اور ''الاواہ'' بھی آپ کے لقب ذکر کیے ہیں۔ (ابوبکر الصدیق، شخصیۃ وعصرۃ دار ابن کثیر ۲۰۰۳ ص: ۱۷۔۱۹)

فاروق:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مزاج میں شدّت وجلال تھا جس کی وجہ سے شروع اسلام میں آپ نے مسلمانوں کی شدید مخالفت کی۔ آپ کے قبول اسلام سے حق وباطل میں فرق واضح ہوگیا۔ لانہ فرق باسلامہ من الحق والباطل.

(السنوسی، دارالکتب العلمیۃ بیروت، جلد۶،ص:۱۹۹)

مسلمان مشکل اور پریشان کن حالات سے نکل آئے و **کان اسلامہ فتحاً علی المسلمین وفرجا لھم من الضیق.** (الاصابۃ جلد۲،ص:۵۱۸)اس وجہ سے آپ کو فاروق کہا جاتا ہے لیکن یہ لقب آپ کو کس نے کب عطا کیا اس بارے میں کوئی واضح روایت نہیں مل سکی۔ **وأما لقبہ فھو الفاروق باتفاق، فقیل اول من لقبہ بہ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ......وقیل اھل الکتاب......وقیل جبرئیل.** (فتح الباری جلد۷،ص:۴۴،عمدۃ القاری جلد۱۶ص:۱۹۲)

محدَّث:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لقد کان فیما قبلکم من الامم محدثون فان یک فی امتی احد فانہ عمر. (صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب مناقب عمر بن الخطاب......) کہ سابقہ امتوں میں محدث ہوتے تھے اگر میری امت میں کوئی اس مقام پر فائز ہوتو وہ عمر ہیں۔ لفظ محدث کی وضاحت شارحین نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق کی ہے۔(فتح الباری جلد۷،ص:۵۰، الکاشف عن الحقائق السنن جلد۲۲،ص:۲۲۹،تحفۃ الاحوذی،نشر السنۃ ملتان، جلد۴،ص:۳۱۷)

علامہ ابن المالکی کی رائے میں محدث وہ ہے جس کے دل میں ملاءِ اعلیٰ سے القاء ہو **والمحدث فی الحقیقۃ انما ھو من اُلقِی فی قلبہٖ شئٌ من الملاِ الاعلی.** گویا محدث کا دل اخبارِ غیب کا محل ہوتا ہے اور یہ درحقیقت صافی قلب کے حامل لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے تکریم ہے۔ ان کی اسی فراست کا تذکرہ حدیث میں ہے:

اِتَّقُوا فِرَاسَۃَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّہٗ یَنْظُرُ بِنُورِ اللّٰہِ.

ابن العربی کے بقول ایسے دلوں کے مقابل لوح محفوظ آجاتی ہے پھر اس مقام کے حامل لوگ ایسی آوازیں سنتے ہیں جن کو دوسرے نہیں سن سکتے اور ایسی چیزیں دیکھتے ہیں جن سے دوسرے آگاہ نہیں ہوتے۔ حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ عراق میں تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ میں لیکن حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ نے طویل فاصلہ کے باوجود آپ رضی اللہ عنہ کی آواز کو سنا۔(علامہ ابی، اکمال اکمال المعلم، دارالکتب العلمیۃ بیروت، جلد۶،ص:۲۰۴ ملخص)

امیرالمؤمنین:

تاریخ اسلام میں سب سے پہلے امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی کو کہا گیا۔ شفاء بنت عبداللہ کے حوالہ سے بیان کیا گیا ہے کہ لبیدؓ بن ربیعہ اور عدیؓ بن حاتم مدینہ منورہ آئے ان کی ملاقات حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ انھوں نے حضرت عمرو رضی اللہ عنہ سے کہا امیر المؤمنین سے ہماری ملاقات کی اجازت لے دیں۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو کہا **السلام علیک یا امیر المؤمنین،** حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یہ کیا،

تو عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا: انت الامیر ونحن المؤمنون کہ آپ امیر ہیں اور ہم مؤمن۔ اس کے بعد امیر المؤمنین کے لقب کا استعمال شروع ہوا۔ (مجمع الزوائد، مؤسسۃ المعارف بیروت ۱۹۸۶ء جلد ۹ ص: ۶۴)

ذوالنورین:

حضرت عثمان بن عفان اس لقب سے مشہور ہوئے۔ (فتح الباری جلد ۷، ص: ۵۴) آپ کو ذوالنورین کہنے کی وجہ علماء نے یہ لکھی ہے کہ آپ کے عقد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں، رقیہ اور ام کلثوم آئیں۔
(اکمال اکمال المعلم جلد ۶، ص: ۲۰۶، الاصابہ جلد ۲، ص: ۴۶۲)

ابوتراب:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عم زاد بھائی اور داماد سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فضائل سب سے زیادہ بیان ہوئے۔ **من کنت مولاہ فعلی مولاہ**۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی کے لیے فرمایا گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو ابوتراب کے نام سے پکارا اور یہ نام آپ کو سب سے زیادہ محبوب تھا۔

صحیح مسلم میں اس لقب کا پس منظر اس طرح بیان کیا گیا ہے ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے اور علی رضی اللہ عنہ کو موجود نہ پایا تو پوچھا این ابن عمک کہ تمھارا عم زاد کہاں ہے۔ حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی میرے اور ان کے درمیان کوئی شکر رنجی ہوگئی جس سے ناراض ہو کر وہ گھر سے چلے گئے اور میرے پاس قیلولہ نہیں کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی شخص سے کہا جاؤ دیکھو وہ کہاں ہیں۔ اس شخص نے آ کر اطلاع دی کہ وہ مسجد میں سوئے ہوئے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے وہ لیٹے ہوئے تھے اور ایک جانب سے ان کی چادر ڈھلکی ہوئی تھی اور ان پر مٹی لگی ہوئی تھی۔ رسول اللہ اپنے ہاتھوں سے وہ مٹی جھاڑ رہے تھے اور فرما رہے تھے **قم ابا التراب قم ابا التراب**۔ (صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابہ) ابن اسحاق کے حوالے سے یہ بھی بیان کیا گیا ہے:

ابن اسحاق: حدثنی بعض اھل العلم ان علیا کان اذا غضب علی فاطمۃ فی شئی لم یکلمھا بل کان یأخذ ترابا فیضعہ علی رأسہ، وکان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذا رأی ذلک عرف فیقول مالک یا ابا تراب۔ (فتح الباری ۱۰/۵۸۸)

سیرت حلبیہ میں ہے کہ غزوہ ذوالعشیرہ میں آپ کو خاک میں اٹے ہوئے دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ''یا ابا تراب'' ارشاد فرمایا۔ (سیرت حلبیہ جلد ۲، ص: ۱۴۲)

امین الامت:

حضرت ابوعبیدہ بن جراح اجلہ صحابہ میں سے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو امین الامت کا لقب

عطا فرمایا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یمن سے کچھ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور کہنے لگے ہمارے ساتھ ایک ایسا شخص بھیجئے جو ہم کو اسلام اور سنت کی تعلیم دے، حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوعبیدہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا:

هذا امين هذه الامة. یہ اس امت کے امین ہیں۔ (صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابہ، باب فضائل ابی عبیدۃ بن الجراح)

ایک روایت میں ہے **امينا حق امين** یعنی وہ شخص بھیجوں گا جو امین ہے اور یقیناً امین ہے۔ یعنی **امينا مستحقا لان يقال له امين.** (تحفۃ الاحوذی جلد ۴، ص: ۳۳۶)

حضرت ابوعبیدہ کے لیے یہ یقیناً بہت بڑا اعزاز تھا اسی لیے جب آپ نے یہ الفاظ ارشاد فرمائے تو لوگ دیکھنے لگے کہ یہ اعزاز کس کو ملتا ہے کیونکہ یہ اعزاز عارفین کی نظر میں نجران کی بادشاہت سے بھی عظیم تھا۔

اسی لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا:

ما احببت الامارة قط الا مرّةً واحدةً فذكر القصة کہ میں نے صرف ایک مرتبہ خواہش کی کہ مجھے امارت ملے اور پھر حضرت ابوعبیدہ کا قصہ بیان کیا۔ یہاں ولایت وامارت کی رغبت نہیں بلکہ صفت مذکورہ کا حصول اصل مقصد تھا۔
(فتح الباری جلد ۷، ص: ۹۴، عمدۃ القاری جلد ۱۶، ص: ۲۳۹)

امام اُبّی لکھتے ہیں کہ امین وہ شخص ہوتا ہے جس کی حفاظت ونگرانی میں کوئی چیز دی جائے اور وہ حفاظت کا حق ادا کرے۔ **الامانة وهي قوة الرجل على القيام بحفظ ماوكل الى حفظة.** (اکمال اکمال المعلم جلد ۶، ص: ۲۴۵)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ رعیت کی خبر گیری کے لیے شام گئے تو حضرت ابوعبیدہ کے مکان پر بھی گئے وہاں تلوار اور سواری کے جانور کے علاوہ سامان دنیا میں سے کچھ نہ تھا یہ دیکھ کر آپ کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور فرمایا:

صدق رسول الله صلى الله عليه و آله وسلم انت امين هذه الامة. کہ آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچ فرمایا تھا کہ آپ اس امت کے امین ہیں۔ (نفس مصدر، ص: ۲۴۶)

حواریٔ رسول:

حضرت زبیر بن عوام کا لقب ہے جو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عطا فرمایا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: **ان لكل نبي حواريا وان حواري الزبير.** (صحیح بخاری، کتاب المناقب) ہر نبی کے حواری ہوتے ہیں اور میرا حواری زبیر بن عوام ہے۔

حواری کے معنی ناصر ومددگار کے ہیں۔ (سنن الترمذی، ابواب المناقب، مناقب الزبیر) ہر صحابی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مخلص معاون ومددگار تھا تو پھر حضرت زبیر کی کیا تخصیص؟ علامہ عینی اس کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میرے پاس مشرکوں کی کون جاسوسی کرے گا۔حضرت زبیر نے عرض کی کہ میں حاضر ہوں، آپ نے تین بار استفسار فرمایا تو تینوں بار آپ نے جواب دیا کہ دشمن سے میں آپ کو باخبر کروں گا۔ یہ یقینی بات ہے کہ ایسے وقت میں مدد کرنا دوسرے اوقات کی نسبت زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ **ولا شک انہ فی ذلک الوقت نصر نصرۃ زائدۃ علی غیرہ.** (عمدۃ القاری جلد ۱۶،ص:۲۲۳)

ساقی الحرمین:

عہد فاروقی میں سخت قحط سالی کا دور آیا، بارش کو لوگ ترس گئے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس وقت یہ دعا کی:

ان کنا نتوسل الیک بنبینا متسقیفا و انا نتوسل الیک بعم نبینا فاسقنا. (صحیح بخاری، کتاب الصلوٰۃ، ابواب الاستسقاء)

اے اللہ! ہم تیرے پاس اپنے پیغمبر کا وسیلہ لایا کرتے تھے اور تو ہم کو سیراب کر دیتا تھا، اب ہم تیری جناب میں اپنے پیغمبر کے چچا کا وسیلہ لے کر آئے ہیں ہم پر پانی برسا۔

حضرت عباس نے بارگاہ الٰہی میں دعا کی، اللہ تعالیٰ نے خوب مینہ برسایا۔(آپ کی دعاء الاستیعاب میں مختلف روایات کو اکٹھا کر کے لکھی گئی ہے۔جلد۲،ص:۳۶۰) لوگ حضرت عباس کے پاس گئے اور کہا: **ھنیأ لک ساقی الحرمین.** مبارک ہو! اے ساقی حرمین۔(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، دار الکتب العلمیۃ بیروت، ۱۴۱۵ھ جلد۲،ص:۳۶۱)

سید الشھداء:

یہ لقب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب کا ہے۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

سید الشھداء حمزۃ بن عبد المطلب ورجل قام الی امام جائر فأمرہ ونھاہ فقتلہ.

(مجمع الزوائد جلد ۹،ص:۲۷۱(۶۴) مجمع الزوائد جلد ۹،ص:۲۷۱)

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ سید الشھداء ہیں اور جو بھی ظالم و جابر حکمران کے سامنے ڈٹ جائے اسے منکرات سے روکتے ہوئے شہید ہو جائے وہ بھی اس اعزاز کا حق دار ہے۔حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ عہد رسالت مآب میں جس ظلم وستم سے شہید کیے گئے وہ یقیناً اس لقب کے مستحق ہیں۔

اسد اللہ واسد رسولہ:

یہ بھی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا لقب ہے۔ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے لڑتے ہوئے خود حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

انا اسد اللّٰہ و اسد رسولہ. میں اللہ اور اس کے رسول کا شیر ہوں۔(مجمع الزوائد جلد۹ص:۲۷۱)

دوسری روایت میں ہے کہ جبرئیل نے حاضر ہو کر کہا:

ان حمزۃ مکتوب فی السماء اسد اللّٰہ واسد رسولہ. آسمانوں میں حمزہ کو ''اسد اللہ واسد رسولہ'' لکھا گیا ہے۔(فتح الباری جلد۷،ص:۳۷۱)

امام عسقلانی آپ کے دونوں القاب کے بارہ میں لکھتے ہیں:

ولقب النبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم اسد اللّٰہ وسماہ سید الشہداء. (الاصابہ جلد اول،ص:۳۵۴)

سید:

امام حسن رضی اللہ عنہ کے بارہ میں آقا کریم کا ارشاد گرامی ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منبر پر سنا اس وقت امام حسن آپ کے پہلو میں تھے۔ آپ ایک بار لوگوں کو دیکھتے اور ایک بار امام حسن کی طرف، پھر فرماتے:

انّ ابنی ہذا سید ولعل اللّٰہ ان یصلح بہ بین فئتین من المسلمین. میرا یہ بیٹا سید ہے اللہ تعالیٰ اس کے باعث مسلمانوں کی دو جماعتوں میں صلح کرائے گا۔(صحیح مسلم، کتاب المناقب، باب مناقب الحسن والحسین)

ذی الجناحین:

حضرت جعفر بن ابی طالب غزوہ موتہ میں شہید ہوئے۔ آپ کے دونوں بازو دوران جنگ کٹ گئے تھے ان کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو پر عطا کیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مرَّبِی جعفر اللیلۃَ فی مَلا من الملائکۃ وھو مخضب الجناحین بالدم. آج رات جعفر فرشتوں کی جماعت کے ساتھ اڑتے ہوئے میرے پاس گزرے ان کے دونوں پر خون سے رنگین تھے۔(فتح الباری جلد۷،ص:۷۶)

ایک روایت میں ہے:

ان جعفر یطیر مع جبرئیل ومیکائیل لہ جناحان عوضہ اللّٰہ من لدیہ. جعفر جبرئیل اور میکائیل کے ساتھ اڑ رہے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کے دونوں بازوؤں کے بدلے دو پر عطا کر دیے۔(نفس مصدر)

اسی وجہ سے حضرت جعفر کو ''طیار'' بھی کہا جاتا ہے۔(الکاشف عن حقائق السنن جلد۱۱،ص:۲۹۱)

جناحین کے بارہ میں سُہیلی نے کہا ہے کہ یہ پرندوں کی طرح نہیں کیونکہ انسان کی صورت سب سے افضل ہے۔

فالمراد بالجناحین صفۃ ملکیۃ وقوۃ روحانیۃ اعطیہا جعفر . پروں سے مراد صفت ملکیہ اور قوت روحانیہ ہے جو حضرت جعفر کو عطا کی گئی۔(فتح الباری جلد۷،ص:۵۱۵)

پروں کی کیفیت پر امام ابن حجر کا تبصرہ بہت جامع ہے چونکہ روایات سے ان پروں کی صحیح کیفیت معلوم نہیں ہوتی۔ اس لیے ان کی حقیقت معلوم کرنے کے بجائے ان پر ایمان لانا چاہیے۔ (فتح الباری جلد ۷، ص: ۵۱۶)

آپ کو یہ فضیلت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے مثال اطاعت ومحبت اور غزوۂ موتہ میں جاں نثارانہ شہادت پر نصیب ہوئی۔

ابوالمساکین:

مساکین سے محبت اور ان کی خدمت گزاری کا جذبہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

وکان اخیر الناس للمسکین. آپ مسکینوں کے حق میں سب سے بہتر تھے۔ (امام بخاری، الجامع الصحیح، کتاب المناقب)

آپ مسکینوں کے ساتھ محبت کرتے، ان کے ساتھ بیٹھتے اور گفتگو کرتے۔ (الاصابہ جلد اول، ص: ۲۳۷) اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو ابوالمساکین فرمایا۔ (نفس مصدر رسنن ترمذی، ابواب المناقب)

سیف اللہ:

غزوہ موتہ میں زید بن حارثہ، عبداللہ بن رواحہ اور حضرت جعفر رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شہادت کے بعد لشکر اسلامی کی قیادت کا فریضہ حضرت خالد بن ولید بن مغیرہ رضی اللہ عنہ نے انجام دیا۔ مدینہ منورہ میں خطبہ کے دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو تینوں قائدوں کی شہادت اور حضرت خالد کے قیادت سنبھال لینے کی خبر سناتے ہوئے فرمایا: **حتی اخذ العلم سیف من سیوف اللہ.** جھنڈا اب اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے ہاتھ میں لے لیا اور اللہ تعالیٰ نے فتح عطا کی ہے۔ (صحیح بخاری، کتاب المناقب)

حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کی روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

خالد سیف من سیوف اللہ نعم فتی العشیرۃ. خالد اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہیں اور اپنے قبیلہ کے کیا ہی اچھے جوان ہیں۔ (صفۃ الصفوۃ، تحقیق دار المعرفۃ بیروت، ۱۹۸۶، ص: ۶۵۳)

ذوالشہادتین:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سوء ابن الحرث سے گھوڑا خریدا۔ بعد ازاں اس نے بیچنے سے انکار کر دیا کیونکہ خرید وفروخت کے وقت کوئی گواہ موجود نہ تھا۔ اس لیے سوء ابن الحرث کو یقین تھا کہ گھوڑا اس سے نہیں لیا جائے گا۔ لیکن حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ نے اس بات کی شہادت دی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ گھوڑا خریدا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تم خرید وفروخت کے معاملہ کے وقت موجود نہ تھے تو یہ گواہی کیسے دے دی۔ انھوں نے عرض کی صدقتک بما جئتک به وعلمت انک لا تقول الا حقا. میں نے آپ کی نبوت کی تصدیق کی اور جانتا ہوں کہ آپ حق علاوہ کچھ نہیں فرماتے۔

یہ سن کر آپ نے اس غلام کی محبت وعقیدت کی قدردانی فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

من شهد لـه خزيمة او شهد عليه فحسبه. خزیمہ جب بھی گواہی دے دیں تو اکیلے ہی کافی ہوں گے۔ (مجمع الزوائد جلد ۹، ص: ۳۲۳)

جعل رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم له شهادة رجلين. گویا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اکیلے خزیمہ بن ثابت انصاری کی گواہی کو دو آدمیوں کی گواہی کے برابر کر دیا۔ (نفس مصدر رصفۃ الصفوۃ جلد اول، ص: ۷۰۲۔۷۰۳)

سفینہ:

اِن خادم رسول کا نام مہران تھا مگر ایک دفعہ صحابہ کے پاس بوجھ زیادہ تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو حکم دیا کہ اپنی چادر بچھاؤ اس چادر میں بوجھ منتقل کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

احمل فما انت الا سفينة. اسے اٹھالو کیونکہ تم تو سفینہ (کشتی) ہو۔ (صفۃ الصفوۃ جلد اول، ص: ۶۷۱)

صحابیات کے القاب:

مردوں کے ساتھ عورتیں بھی معاشرہ کی تعمیر وترقی میں اہم خدمات انجام دیتی ہیں اس لیے وہ بھی القاب کی مستحق ہیں۔ طبقۂ نسواں کے اسی مقام ومرتبہ اور شرف وعزت کا خیال کرتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں بھی بعض القاب سے سرفراز فرمایا، بعض کا تذکرہ ذیل میں کیا جاتا ہے۔

خیر نساء العالمین:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے:

خير نسائها خديجة بنت خويلد وخير نسائها مريم بنت عمران. عورتوں میں سب سے افضل خدیجہ بنت خویلد اور مریم بنت عمران ہیں۔ (صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابہ، سنن الترمذی)

سیدۃُ نساءِ اہلِ الجنّۃ:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی لخت جگر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارہ میں ارشاد فرمایا:

فاطمة سيدة نسآء اهل الجنة.

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا فاطمہ جنت کی عورتوں کی سردار ہے۔

اَفقہُ نساءِ الامّۃ:

حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو ان کے **تفقہ فی الدین** میں کمال مہارت کی وجہ سے یہ لقب دیا گیا۔

ذات النطاقین:

اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما کا لقب ہے۔ ہجرت کے موقع پر جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ روانہ ہونے کا ارادہ فرمایا تو سامان سفر باندھنے کے لیے کوئی چیز دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے اسماء نے اپنی قمیص کے اوپر باندھنے والے کپڑے کو پھاڑ کر دو حصے کیا اس خدمت گزاری پر انھیں ذات النطاقین کا لقب عطا ہوا (الجامع الصحیح، محمد بن اسماعیل بخاری، باب الھجرۃ)

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت بیان کی گئی ہے:

ابدلک اللہ بنطاقک ھذا نطاقین فی الجنۃ. اس نطاق کے بدلے اللہ تعالیٰ تمھیں جنت میں دو نطاق عطا کرے گا۔

ان القاب کے علاوہ بھی بعض صحابہ کو لقب عطا کیے گئے جیسے نقباء، اصحاب العقبۃ رضی اللہ عنہم (صحیح بخاری، ابواب الھجرۃ) سیدا شباب اہل الجنۃ، حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے لیے فرمایا گیا۔ (مجمع الزوائد جلد۹، ص:۱۸۵) ترجمان القرآن، ربانی ہذہ الامۃ، حبر الامۃ (الاستیعاب جلد۳، ص:۶۷)، خطیب الرسول (ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ) (صفۃ الصفوۃ جلد اول، ص:۶۲۶)، سفینۃ (صفہ الصفوۃ جلد اول، ص:۶۷۱)، مؤذن رسول (حضرت بلال رضی اللہ عنہ)، صاحب سر رسول (حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ) (الاستیعاب جلد اول، ص:۳۹۴)، ذوالنور (طفیل بن عمر الدوسی رضی اللہ عنہ) (الاستیعاب جلد۲، ص:۳۱۲)، غسیل الملائکہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ (الاستیعاب جلد اول، ص:۴۳۳)

صحابہ اور صحابیات کے القاب کے اس تذکرہ سے امور ذیل واضح ہوتے ہیں۔

(۱) کسی کی خدمت کے عوض کسی ایسے وصف سے یاد کرنا جس سے اس خدمات کا اعتراف ہو، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریقہ ہے۔ عصر حاضر میں حکومت کی طرف سے دیے جانے والے اعزاز شاید اسی روایت کی ترقی یافتہ شکل یا تسلسل ہے۔

(۲) یہ القابات خواتین کو بھی دیے جاسکتے ہیں۔

(۳) دور حاضر میں لقب نوازی کی کثرت نے بلاشبہہ اس کی قدر و قیمت اور اہمیت وافادیت کو کم کر دیا ہے، اس لیے اعتراف خدمت کا وہی طریقہ موزوں ومناسب ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تھا، جس کی خوبی یہ تھی کہ مختصر لفظوں میں ملقب بہ شخصیت کے تمام اوصاف وکمالات جمع ہو جاتے تھے، لہٰذا اس سلسلہ میں اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی قابل تقلید واتباع ہے۔ (مطبوعہ ماہنامہ ''معارف'' بھارت، نومبر ۲۰۱۰ء)